مولانا عبد الرحمٰن ضیاء[1]

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں تحریف کا علمی جائزہ

[قبروں پر قبے بنانے کی شرعی حیثیت]

جس شخص نے بھی رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا، خواہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ہو یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی زمانہ میں، اللہ تعالیٰ نے اس کو مخفی نہیں رہنے دیا، بلکہ اس کا حال لوگوں کے سامنے ضرور واضح کر دیا۔ آپ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی بدترین صورت آپ ﷺ کی حدیثِ مبارکہ میں تحریف و تبدیلی کا ارتکاب کرنا ہے۔ امام محدث سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ "مَا سَتَرَ اللهُ أَحَدًا يَكذِبُ فِي الحَدِيْثِ"[2]

''جو بھی حدیث میں کذب بیانی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی نہیں کی۔''

محدث عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَو هَمَّ رَجُل فِي السَّحَرِ أَن يَّكذِبَ فِي الحَدِيْثِ، لَأَصْبَحَ وَالنَّاسُ يَقُولُونَ: فُلَانٌ كَذَّاب[3]

''اگر کوئی شخص سحری کے وقت حدیث شریف میں جھوٹ بولنے کا قصد کرلے تو صبح کے وقت ہی لوگ یہ کہہ رہے ہوں گے کہ فلاں (حدیث میں جھوٹ بولنے والا) شخص کذاب ہے۔''

حال ہی میں ۶۶۰ صفحات پر مشتمل 'گستاخ کون؟' نامی ایک کتاب چھپی ہے جو مفتی محمد حنیف قریشی بریلوی اور سید طالب الرحمٰن شاہ کے مابین مناظرہ پر مشتمل ہے اور سید امتیاز حسین شاہ کاظم ضیائی بریلوی نے اسے ترتیب دیا ہے اور کاظمی ضیائی صاحب نے اس کتاب کے مختلف مقامات پر ضروری حاشیہ جات بھی لگائے ہیں اور یہ اکثر حاشیہ جات بھی اُن کے

۱ شیخ الحدیث جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، لاہور

۲ شرح عقیدہ طحاویہ از ابن ابی العز حنفی: ۱/۲۲۹

۳ شرح عقیدہ طحاویہ از علامہ ابن ابی العز حنفی ص ۵۰۲ بہ تحقیق و تعلیق ڈاکٹر عبد اللہ عبد المحسن ترکی

مناظر مفتی محمد حنیف قریشی بریلوی کے اِفادات ہی سے ہیں جیسا کہ اس کی وضاحت انھوں اسی کتاب کے ص ۴۰۴ پر خود کی ہے۔

اَب یہ بات تو اہل علم و تحقیق کو بخوبی معلوم ہی ہے کہ فی زمانہ قبر پرست لوگ بزرگوں کی قبروں پر لاکھوں کروڑوں کے جو قبے اور مزارات تعمیر کرتے ہیں، کتاب و سنت میں اُن کی کوئی دلیل نہیں۔ قبروں پر جو مزار یا دربار تعمیر کئے جاتے ہیں، ان کا اصل مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ لوگ دور دراز سے اِن قبروں میں مدفون بزرگوں سے مرادیں مانگنے، مشکلات حل کرانے، چڑھاوے چڑھانے اور نذرانے پیش کرنے کے لئے حاضری دیں۔ اسی لئے ان پر سالانہ عرس بھی منائے جاتے ہیں تاکہ ان کی سرپرستی کرنے والے گدی نشین مال و دولت سے مالا مال ہوں۔ اسی لئے ان درباروں، مزاروں کے تحفظ کی خاطر کئی ایک جھوٹ بولے جاتے ہیں اور عوام الناس کی آنکھوں میں دھول ڈالی جاتی اور اُنہیں اصل حقائق سے درپردہ رکھا جاتا ہے۔ اُنھیں یہ بتایا ہی نہیں جاتا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے کسی فرمان سے ثابت نہیں، نہ ہی کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہیں اور نہ ہی تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے، حتیٰ کہ ائمہ اربعہ امام مالک، ابو حنیفہ، شافعی اور احمد رحمۃ اللہ علیہم سے بھی ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ لیکن صد اَفسوس کہ ان درباروں، مزاروں کو ثابت کرنے اور اُنہیں اسلام کا حصہ قرار دینے کی خاطر اس عظیم ہستی ﷺ پر جھوٹ باندھتے بھی شرم نہیں کی جاتی، جس نے یہ فرمایا ہے:

«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقعَدَه مِنَ النَّارِ»[1]

''جو کوئی مجھ پر عمداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

چنانچہ اسی کتاب 'گستاخ کون؟' کے ص ۱۵۸، ۱۵۹ پر رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ میں تحریف و تبدیلی کرتے ہوئے مزار و دربار بنانے کی دلیل مہیا کرتے ہوئے کاظمی ضیائی صاحب لکھتے ہیں:

''مسلم شریف جلد اوّل، ص ۱۱۷ پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: خَطَبَنَا رَسُولُ الله ﷺ فَأَسنَدَ ظهره إلىٰ قبّة آدم فقال: «ألا لا يدخل الجنّة إلا نفس مسلمة»

1 صحیح بخاری: ۱۲۲۹

"رسول اللہ ﷺ نے قبہ آدم علیہ السلام کے ساتھ ٹیک لگا کر (ہمیں) خطبہ اِرشاد فرمایا اور فرمایا: آگاہ رہو کہ جنت میں سوائے مسلمان کے کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔" الحدیث پھر کہتے ہیں: اس سے ثابت ہوا کہ قبہ گرانا واجب نہیں۔ اگر قبہ گرانا واجب ہوتا تو رسول ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے سے پہلے اس قبہ کو گرانے کا حکم اِرشاد فرماتے۔"[1]

اصل حقیقت

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَسنَدَ ظَهرَهُ إِلىٰ قُبَّةِ أَدَمٍ فَقَالَ: «أَلاَ لاَ يَدخُلُ الجَنَّـةَ إِلَّا نَفس مُسلِمَة»[2]

اب اس کا اصل اور صحیح ترجمہ اس طرح ہے:

"سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا تو اپنی کمر کو چمڑے سے بنے ہوئے ایک خیمے سے ٹیک دیا (یعنی آپ ﷺ نے اس چمڑے کے خیمے کے ساتھ ٹیک لگالی) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ...الخ

مسلم شریف میں موجود عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے، اس کے الفاظ سے بھی روشن سورج کی طرح واضح ہے کہ اس جگہ یہی ترجمہ صحیح ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں:

بَينَمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ مُضِيف ظَهرَهُ إِلىٰ قُبَّةٍ مِن أَدَم يَمَانٍ[3]

"ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ یمنی چمڑے کے خیمہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے تو آپ نے ہمیں خطبہ دیا... الخ"

لفظِ قُبّہ کی تحقیق

ہم کہتے ہیں کہ لفظ قُبّہ کا معنی "چھوٹا خیمہ جو اوپر سے گول ہو" بھی ہے۔ چنانچہ عربی

---

۱ "گستاخ کون؟": ص ۱۵۹ (راولپنڈی میں ہونے والا تاریخی مناظرہ) از سید امتیاز حسین کاظمی ضیائی

۲ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون هذه الأمة نصف أهل الجنة: ۵۳۱، مترجم نسخہ: ۱/۳۰۹

۳ صحیح بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبي: ۶۶۴۲

لغت کی مشہور کتاب المُعجم الوسیط میں ہے:

خَیمَة صَغِیرَة أَعلاهَا مُستَدِیر[1]

یہ خیمہ عرب کے اندر عام تھا اور وہ سفر و حضر میں بنالیا کرتے تھے۔ مسجدِ نبویؐ کے اندر بھی بنالیا جاتا تھا۔ اس طرح کا قُبَّہ (خیمہ) عرب لوگ حج کے ایام میں منیٰ و عرفات وغیرہ میں بنالیا کرتے تھے۔ یہ خیمہ چمڑے اور کپڑے وغیرہ سے بنایا جاتا تھا۔ لفظِ 'قبہ' بمعنیٰ خیمہ کئی ایک احادیث میں وارد ہوا ہے۔ مثلاً:

① صحیح بخاری میں ہے کہ اُمّ المومنین سیدہ عائشہؓ صدیقہ نے آپ ﷺ سے مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمائی: فَضَرَبَت فِیهِ قُبَّةً تو اُنھوں نے مسجد میں ایک قبّہ (چھوٹا سا خیمہ) لگالیا۔ پھر اُمّ المومنین حفصہ بنت عمر بن خطابؓ کو پتہ چلا تو انھوں نے بھی ضَرَبَت قُبَّةً یعنی ایک چھوٹا سا خیمہ لگالیا۔ اسی طرح اُمّ المومنین سیدہ زینبؓ نے بھی ایک خیمہ لگالیا۔ آپ ﷺ نے جب فجر کی نماز پڑھائی تو أَبصَرَ أَربَعَ قِبَابٍ یعنی مسجد میں چار خیمے لگے دیکھے۔ الخ[2]

اس بات کی دلیل کہ اس حدیث میں وارد لفظ قُبّہ یا قِبَاب کا معنی چھوٹا خیمہ ہی ہے، یہ ہے کہ اسی حدیث پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ باب بھی منعقد کیا ہے: بَابُ الأَخبِیَةِ فِي المَسجِدِ (مسجد میں خیمے لگانے کا بیان یعنی اعتکاف کے لئے) اس حدیث میں قُبّہ کی جگہ پر اس کے راوی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خِبَاء (خیمہ) کا لفظ استعمال کیا ہے۔

② امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث باب اعتکاف النساء میں بھی لائے ہیں۔ اس میں اس کے راوی حماد بن زید نے بھی قبہ کی جگہ خباء کا لفظ ہی استعمال کیا ہے بلکہ ان دونوں یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حماد بن زید نے قبّہ کی جمع قِبَاب کی جگہ اَخبِیة یعنی خِبَاء کی جمع کا لفظ استعمال کیا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس حدیث میں وارد لفظ 'قبّہ' کا معنیٰ چھوٹا خیمہ ہی ہے۔

③ اسی طرح اُمّ المومنین عائشہؓ کے لئے منیٰ میں ایک ترکی قُبّہ (یعنی چھوٹا خیمہ) لگا دیا گیا تھا تاکہ وہ عام لوگوں سے حجاب میں رہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ الفاظ: هِیَ فِي قُبَّةٍ

---

۱ المعجم الوسیط: مادہ ق ب ب

۲ صحیح بخاری، کتاب الإعتکاف، باب الإعتکاف في شوال: ۲۰۴۱

تُرکِیّۃٍ لَھَا مذکور ہیں کہ وہ اپنے ترکی خیمہ میں تھیں۔[1] ابو جحیفہؓ فرماتے ہیں:

رَأَیتُ قُبَّۃً حمراءَ مِن اَدَم لِرَسُوْلِ اللہ ﷺ[2]

"میں نے رسول ﷺ کے لئے لگایا گیا چمڑے کا سرخ رنگ کا چھوٹا سا خیمہ دیکھا۔"

ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

دَخَلَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللہِ وَ نَحنُ فِي قُبَّۃٍ فِي مَسجِدِ المَدِینَۃِ... الخ[3]

"رسول ﷺ ہمارے پاس آئے جبکہ ہم مدینہ کی مسجد میں ایک قبہ (خیمہ) میں تھے۔"

یہی وجہ ہے کہ کاظمی ضیائی صاحب کے ہم مسلک و فکر اور بریلویہ کے نامور عالم علامہ غلام رسول سعیدی نے بھی صحیح مسلم کی اس حدیث کا ترجمہ اسی طرح کیا ہے کہ "ایک چمڑے کے خیمے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے خطبہ دے رہے تھے۔ الخ"[4]

قواعدِ عربیہ یعنی علم نحو کی روشنی میں اس تحریف و تبدیلی کی وضاحت

جو اہل علم طلبا و مدرّسین، علم نحو (یعنی عربی قواعد) جانتے ہیں اُنھیں خوب علم ہے کہ عربی گرامر میں اضافت کے بارے میں ایک مستقل بحث ہوتی ہے، اس کی تعریف اور مختلف اعتبار سے تقسیم ہوتی ہے اور اضافتِ معنوی کی تین قسمیں ہوتی ہیں:

اضافتِ لامیّہ   اضافتِ بیانیہ   اضافت ظرفیہ

اگر مضاف الیہ مضاف کی جنس ہو تو اسے اضافتِ بیانیہ کہا جاتا ہے جیسے: خاتَمُ فِضَّۃٍ چاندی کی انگوٹھی۔ اس میں انگوٹھی چاندی کی جنس سے ہے یعنی خاتم من فضۃ

اگر مضاف الیہ مضاف کی ظرف ہو تو اسے اضافتِ ظرفیہ کہا جاتا ہے جیسے: صَلٰوۃ اللَّیل یعنی رات کی نماز یعنی اللیل (رات) نماز پڑھنے کا ظرف زمان ہے۔ اسی طرح قرآن میں وارد ﴿بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ﴾[5] سے مراد: المکر في اللیل و النہار ہی ہے۔

---

1 صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال: ۱۶۱۸
2 مسند احمد: ج۴ ص ۳۰۸
3 سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، باب نمبر۱ : ۳۹۸۰
4 دیکھئے شرح صحیح مسلم: ج۱ ص۸۴۶، از علامہ غلام رسول سعیدی بریلوی
5 سورۃ السبا: ۳۳

اگر اضافت کی قسم ان دونوں میں سے کوئی بھی نہ ہو تو اسے اضافتِ لامیہ کہا جاتا ہے جیسے : كِتَابُ خَالِدٍ خالد کی کتاب۔ اس میں خالد نہ کتاب کی جنس سے ہے اور نہ ہی اس کا ظرفِ زمان و مکان ہے، اس میں عام طور پر لام مقدر ہوتا ہے یعنی كِتَاب لِّخَالِدٍ[1]

مسلم شریف میں وارد حدیث میں مذکورہ الفاظ: قُبَّة اَدَم میں اضافتِ معنوی بیانی ہے۔ کیونکہ اس میں مضاف قُبّة بمعنی خیمہ، أدم بمعنی چمڑا کی جنس سے ہے یعنی قُبّة مِن أَدَم۔ جیسا کہ کوئی کہے ثَوبُ حَرِير یعنی: ثَوب مِن حَرِير ریشم کا لباس۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے: ﴿عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ﴾[2] کپڑے اور ریشم ہم جنس ہیں۔

اسی طرح قُبّة (خیمہ) اور أدم (چمڑا) ہم جنس ہیں۔ یعنی خیمہ کا مادہ (جس سے خیمہ بنایا گیا ہے) چمڑا ہے، جیسا کہ انگوٹھی کا مادہ چاندی اور کپڑے کا مادہ ریشم ہے۔ اور ان سب میں مِن مقدر یعنی پوشیدہ ہے یعنی خَاتَم مِن فِضَّةٍ، ثِيَاب مِّن سُندُسٍ اور ثَوب مِن حَرِير.

اب ہم اس کی دلیل بھی احادیث ہی سے مہیا کرتے ہیں کہ اس جگہ قُبَّةِ اَدَم اضافتِ بیانی ہے نہ کہ لامی اور ظرفی۔ اس میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان میں مِن پوشیدہ ہے۔ چنانچہ بہت سی احادیث میں یہ مِن ذکر بھی ہوا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں کتاب فرض الخمس، باب نمبر ۱۳ حدیث ۳۱۴۷ میں انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں مذکور ہے: فَجَمَعَهُم فِي قُبَّةٍ مِن اَدَم "آدم علیہ السلام نے اُنھیں چمڑے کے ایک قبہ (یعنی خیمہ) میں جمع کیا"

ابوجحیفہؓ کا بیان ہے کہ رَأَيتُ رَسُولَ الله ﷺ فِي قُبَّةٍ حمراء مِن اَدَم[3]
میں نے رسول اللہ ﷺ کو چمڑے کے ایک سرخ قُبَّہ (یعنی خیمہ) میں دیکھا۔

زیرِ نظر حدیث میں لفظی و معنوی تحریف کا ارتکاب

اَب قارئین حضرات کاظمی ضیائی صاحب کی حدیثِ نبوی میں تحریف و تبدیلی بخوبی سمجھ گئے ہوں گے، وہ یہ کہ انہوں نے اس حدیث میں لفظی تحریف بھی کی ہے اور معنوی تحریف

۱ اس کی تفصیل شرح ابن عقیل علی الفیہ ابن مالک مبحث 'الاضافۃ': ج۳/ ۴۲، ۴۳ میں دیکھی جاسکتی ہے نیز معارف النحو، از عبداللہ توحیدی میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ (ص ۲۱۳)

۲ سورۃ الدہر: ۲۱

۳ صحیح بخاری: كتاب الصلوٰة ، باب الصلوٰة في الثوب الأحمر: ۳۷۶

بھی۔ لفظی تحریف تو یہ ہے کہ اُنہوں نے لفظِ اَدم بروزن فَرَس کو تبدیل کرکے آدَم بروزن عالَم اور قالَب بنادیا ہے اور کتاب میں حدیث کے اندر ہی آدم لکھ دیا ہے۔

اور معنوی تحریف یہ کی ہے کہ

اولاً: ادم سے حضرت آدم علیہ السلام مراد لئے ہیں اور ترجمہ بھی آدم علیہ السلام ہی کیا ہے۔

ثانیاً: قُبَّة سے قبر پر بنایا گیا گنبد و مزار مراد لیا ہے۔

لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کرکے مزعومہ بزرگوں کی اصلی وغیر اصلی قبروں پر جو قبے بنائے جاتے ہیں، ان کے جواز کے لئے تحریف و تبدیل کردہ یہ حدیث بطورِ دلیل پیش کی ہے۔ یعنی حدیث کا لفظ بھی بدلا اور ترجمہ بھی غلط کیا اور قبہ اَدم میں جو اضافتِ بیانیہ تھی، اسے بھی تبدیل کرکے اضافتِ لامیہ بنادی۔ یعنی قُبَّة مِّن اَدَم کو بدل کر قُبَّةٍ لآدَمَ بنا دیا۔

حالانکہ صحیح مسلم والی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے، اس کے الفاظ سے بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اس جگہ اضافتِ بیانیہ ہے، چنانچہ بخاری میں یہ الفاظ ہیں:

بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مُضِيف ظَهْرَهُ إِلَى قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ يَمَانٍ[1]

یعنی "ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ یمنی چمڑے کے خیمہ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے تو آپ نے ہمیں خطبہ دیا۔ الخ"

قارئین! آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس حدیث میں کتنے صاف الفاظ ہیں یعنی قُبَّةٍ مِّن اَدَمٍ يَمَانٍ یمنی چمڑے سے بنایا گیا قبہ (یعنی خیمہ)

کیا حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مدینہ نبویہ یا مسجدِ نبوی میں ہے؟

پھر آپ حضرات ایک اور طرح سے بھی سوچیں کہ کیا سیدنا آدم علیہ السلام کی وفات مدینہ نبویہ میں ہوئی تھی؟ اور کیا ان کا قبہ یعنی دربار اور مزار مسجدِ نبویؐ میں تعمیر ہوا تھا؟ وہ مسجد نبوی کے کس کونے میں تھا؟ یا پھر مدينة النبي ﷺ میں تھا اور کہاں تھا؟ اس کا ثبوت ضیائی اور قریشی صاحب کے ذمہ ہے۔

---

[1] صحیح بخاری: كتاب الأيمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي ﷺ: ٦٦٤٢

مسجدِ نبوی میں خیمے نصب کرنے کا ذکر تو ذخیرہ احادیث میں بکثرت ملتا ہے کیا کسی حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ آدم علیہ السلام کا قبہ مسجدِ نبوی میں تھا یا مدینة النبي میں تھا؟ یہ سب سوچنے کی باتیں ہیں۔ اہلِ تحریف کو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا بھی چاہیے۔

اہلِ تحریف لوگ دراصل درباروں، مزاروں سے غالیانہ محبت میں اندھے ہو چکے ہیں، ان کو ثابت کرنے اور اسلام کا حصہ قرار دینے کے لئے ہر طرح کے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ یہ حدیثِ نبوی میں تحریف و تبدیلی ان کا آخری حربہ تھا جو اُنھوں نے کر دکھایا۔ یہودیوں کی بھی یہی عادت تھی کہ وہ اپنے خود ساختہ باطل نظریات کو ثابت کرنے اور انھیں شریعت کا حصہ قرار دینے کے لئے تورات میں تحریف کر دیتے تھے، جیسا کہ قرآن اس پر شاہد عدل ہے اور اس کی تفصیل شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الفوز الکبیر میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

نصوصِ الٰہیہ میں تحریف کرنا شیوۂ یہود تھا

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے الفوز الکبیر میں یہودیوں کی گمراہیوں میں ایک گمراہی یہ بھی ذکر کی ہے کہ وہ تورات کے احکام میں لفظی یا معنوی تحریف (تبدیلی) کر دیتے تھے۔ وہ تورات کی آیات کے ساتھ ان چیزوں کا بھی اضافہ کر دیا کرتے تھے جو اُن سے نہیں تھیں۔ وہ تورات کی آیات کا کتمان کیا کرتے تھے۔ تورات کے احکامات کا نفاذ نہیں کرتے تھے۔ اپنے مذہب کی نہایت بے جا حمایت کرتے تھے۔[1]

تنبیہ: الفوز الکبیر کی شرح الخیر الکثیر کے صفحہ: ۱۳۵ میں ہے کہ "قرآنی و حدیثی تحریف لفظی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن یا حدیث کے کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دینا، کسی لفظ کو بڑھا دینا یا کسی لفظ کو کم کر دینا۔" (میں کہتا ہوں: اگر کم کر دینے سے حق کی پردہ پوشی مراد ہو تو یہ کتمانِ علم میں داخل ہے جو کہ ناجائز ہے۔)

تحریفِ معنوی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کے کسی لفظ کا ترجمہ یا تشریح اس طرح کرنا جو شارع کی مراد کے خلاف ہو۔ شاہ ولی اللہ اس بحث کے آخر میں لکھتے ہیں:

"اگر تم یہودیوں کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہو تو ان علمائے سُو کو دیکھ لو جو دنیا کے طالب

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبي ﷺ: ٦٦٤٢

ہیں اور اپنے بڑوں کی تقلید کے گرویدہ ہیں اور کتاب وسنت کی نصوص (یعنی صریح آیتوں اور حدیثوں) سے اعراض کرتے ہیں اور کسی عالم کے تعمق و تشدد اور اس کے استحسان کو دلیل بناتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے معصوم شارع (نبی ﷺ) کے کلام سے اعراض کیا ہے، موضوع (خود ساختہ) حدیثوں اور فاسد تاویلوں کو اپنا اُسوہ (نمونہ) بنایا ہے۔ تو تم اُن لوگوں کو دیکھو گویا یہ وہی (یہودی) ہیں۔[1]

فقہ حنفی کی روشنی میں قبروں پر قبے اور مزار وغیرہ بنانے کا حکم

میں کہتا ہوں کہ ان اہل تحریف کی یہ تحریف قرآن و حدیث کی نصوص کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کے امام یعنی ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے بھی خلاف ہے جو کہ فقہ حنفی کی اکثر کتب میں مذکور ہے۔

چنانچہ احناف کے نامور مفتی علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

عَن أَبِي حَنِيْفَةَ يَكرَهُ أَن يُبنٰى عَلَيهِ بِنَاء مِّن بَيْتٍ أَو قُبَّةٍ أَو نَحوِ ذٰلِكَ لِمَا رَوىٰ جَابِر نَهىٰ رَسُولُ الله ﷺ ... الخ[2]

اس کے بعد مسلم شریف کی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ نیچے ترجمہ سے واضح ہو رہا ہے۔ یعنی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قبر پر کسی قسم کا مکان اور قبہ بنانا مکروہ جانتے تھے، کیونکہ جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو پختہ بنانے اور ان پر کچھ لکھنے اور عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

ان کی یہ تحریف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی صراحت کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ شارح صحیح مسلم علامہ شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الاُم[3] میں لکھا ہے کہ رَأَيتُ الأَئِمَّةَ بِمَكَّةَ يَأمُرُونَ بِهَدمِ مَا يُبنىٰ[4]

---

۱ الفوز الکبیر: ص ۳۰۔۳۲

۲ فتاویٰ شامی: ۱/ ۶۲۷، باب صلوٰۃ الجنائز، مطبوعہ مصر

۳ جلد اوّل

۴ شرح صحیح مسلم درسی عربی، ۱/ ۳۱۲ سطر: ۶ من الأسفل؛ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: فتاویٰ علماے حدیث

”میں نے مکہ میں دیکھا کہ قبروں پر جو کچھ بنایا جاتا تھا، ائمہ (یعنی حکام) اس کے گرانے کا حکم دیتے تھے۔“

قبروں پر بنے ہوئے قبے منہدم کرنے پر علماے مصر کا اتفاق

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ میں[1] مصر میں قبروں پر تعمیرات و قبے وغیرہ منہدم کرنے پر ملک ظاہر بیبرس کے دور کے محققین علما کا اتفاق ذکر کیا ہے۔ ملک ظاہر نے اس وقت کے فقہا (مثلاً: فقیہ علامہ ظہیر تزمنتی اور شیخ بہاء الدین بن جُمیزی اور ان جیسے علماے وقت) سے اس کا فتویٰ طلب کیا تھا تو ان سب نے خطوط لکھے اور بیک زبان ہو کر اتفاق کیا کہ حکمران پر ضروری ہے کہ ان سب کو ڈھادے اور بنوانے والوں کو مکلف کرے کہ اس کا ملبہ کیمان میں پھینک آئیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ امام شافعی کی قبر پر بنا ہوا قبہ بھی مصر ہی میں ہے۔[2]

علامہ بدر الدین عینی حنفی کا موقف

احناف کے بہت بڑے علامہ اور شارح صحیح بخاری بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے قبر پر خیمہ بنانا بھی مکروہ کہا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ

رَأَی ابنُ عُمَرَ فُسطاطًا علیٰ قبرِ عبدِ الرَّحمٰن فقال: اِنزِعه یا غلامُ فإنَّما یُظلُّه عَمَلُه[3]

”عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمٰن بن ابو بکر کی قبر پر ایک خیمہ دیکھا تو اُنہوں نے (اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا) کے غلام سے کہا: اے غلام! اس خیمے کو اتار لو، اس کے نیک عمل ہی اس پر سایہ کریں گے۔“

علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اس اثر کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَدَلَّ هٰذا عَلیٰ أَن نَصبَ الخِیامِ علیٰ القبرِ مکرُوه ولا یَنفعُ الـمیِّت

کتاب العلم: ۱۲/۷ اتا ۲۷

۱ ج ۱، ص ۱۴۱

۲ حسن المحاضرۃ: ۱/۱۴۱

۳ کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر

ذَلِكَ[1]

''یعنی عبد اللہ کے اس اثر میں اس بات کی دلیل ہے کہ قبر پر خیمے نصب کرنا مکروہ ہے اور اس سے میت کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔''

مسند احمد میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وصیت ہے:

لاَ تَجعَلُوا عَلىٰ قَبري بِناءً[2] ''میری قبر پر کوئی عمارت نہ بنانا۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ

لاَ تَضرِبُوا عَلَيَّ فُسطَاطًا[3] ''میری قبر پر خیمہ نہ لگانا۔''

تابعی کبیر سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرض الموت میں وصیت کرتے ہوئے کہا تھا:

إِذَا مَا مِتُّ فَلاَ تَضرِبُوا عَلى قَبرِ فُسطَاطًا[4]

''جب میں وفات پا جاؤں تو میری قبر پر خیمہ نہ لگانا۔''

تابعی کبیر محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے:

هَذِهِ الفَسَاطِيطُ الَّتِي عَلىٰ القُبُورِ مُحدَثَة[5]

یہ خیمے جو قبروں پر بنائے جاتے ہیں، یہ بدعت ہیں۔

دوغلی پالیسی پر تعجب و حیرت

پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ ایک طرف کاظمی ضیائی صاحب فی زمانہ قبروں پر بنے قبے گرانے کو مذموم حرکت قرار دے رہے ہیں اور گرانے کے جواز کا فتویٰ دینے والوں کو 'وہابی خبیث ظالم' کہہ رہے ہیں اور دوسری طرف قبروں پر قبے بنانے کو کبیرہ گناہ اور قبے گرانے کو واجب سمجھنے والے احمد بن حجر مکی شافعی صوفی (متوفی ۹۷۴ھ) کو کاظمی ضیائی کے بڑے مناظر 'مفتی' محمد حنیف قریشی صاحب اچھے اچھے بلند القاب سے ملقب کرتے ہوئے انھیں مشہور محدث، علامہ، نیز محدثِ کبیر، حضرت اور امام قرار دیتے ہوئے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا

---

۱ عمدۃ القاری: ۸/ ۱۸۳

۲ حدیث نمبر: ۹۴۳۹

۳ مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳/ ص ۲۱۶

۴ طبقات ابن سعد: ج ۵/ ص ۱۴۲

۵ مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/ ۲۱۶

بھی دے رہے ہیں۔[1]

حالانکہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مکی صاحب نے قبوں کو منہدم کرنے کا فتویٰ اپنی مشہور کتاب 'الزواجر' میں نقل کیا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور وہ فتویٰ یہ ہے:

وَ تَجِبُ الْمُبَادَرَةُ لِهَدمِهَا وَهَدم القِبَابِ الَّتِی عَلَی القُبُورِ اِذ هِيَ اَضَرُّ مِن مَسْجِدِ الضِّرَارِ لِأَنَّهَا أُسِّسَت عَلیٰ مَعصِیَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ لِأَنَّهُ نَهٰی عَن ذٰلِكَ وَ أَمَرَ بِهَدمِ القُبُورِ الْمُشرِفةِ وَ تَجِبُ إِزَالَةُ كُلِّ قِندِيلٍ وَ سِرَاجٍ عَلی قَبرٍ وَلاَ یَصِحُّ وَقفُهُ وَنَذرُهُ[2]

"اونچی قبریں اور قبے گرانے کی طرف جلدی کرنا واجب ہے کیونکہ یہ چیزیں مسجدِ ضرار[3] سے زیادہ نقصان دہ ہیں، کیونکہ ان اونچی قبروں اور قبوں کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی پر ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور اونچی قبروں کو گرانے کا حکم دیا ہے اور ہر قندیل اور چراغ جو قبروں پر جلایا جاتا ہے اس کو ختم کرنا واجب ہے اور یہ قبروں پر وقف کرنا یا اس کی نذر ماننا صحیح نہیں۔"

میں کہتا ہوں کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مکی صوفی شافعی کا نقل کردہ مذکورہ بالا فتویٰ بعینہٖ صاحب تفسیر روح المعانی محمود احمد آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر روح المعانی میں نقل کیا ہے بلکہ اس کی تائید میں مزید بھی لکھا ہے حتیٰ کہ مصر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی قبروں پر جو قبے بنائے گئے ہیں، ان کے گرانے کے بارے میں بھی لکھا ہے جبکہ گرانے کی وجہ سے فتنہ کا ڈر نہ ہو۔[4] لیکن اس کے باوجود کاظمی ضیائی صاحب نے انہیں کسی بھی بُرے لقب سے ملقب نہیں کیا۔ نہ ظالم قرار دیا، نہ وہابی کہا، بلکہ ان کے بڑے مناظر محمد حنیف قریشی صاحب نے انہیں مشہور مفسر حضرت علامہ سید محمود احمد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سے یاد کیا ہے۔[5]

لیکن صد افسوس کہ اسی فتوے کی بنا پر یہ لوگ کتاب وسنت کی طرف دعوت دینے والے پاک وہند کے علمائے حدیث کو وہابی، ظالم اور خبیث جیسے برے القابات سے ملقب کر

---

۱ دیکھئے: گستاخ کون؟ ص ۴۷۶

۲ الزواجر عن اقتراف الکبائر، ج ۱ ص ۱۴۹، کبیرہ گناہ نمبر ۹۳ تا ۹۸

۳ جو منافقین نے اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر بنائی تھی جس کا ذکر سورہ توبہ کی آیت ۱۰۷ میں ہے۔

۴ روح المعانی، جزء: ۱۵، ص ۲۳۸۔۲۳۹، آیت: ۲۱، من سورۃ الکہف

۵ دیکھئے گستاخ کون؟ ص ۲۸۶

رہے ہیں۔[1] ﴿تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴾، ﴿وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴾

مولانا محمد حنیف یزدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو لوگ قبروں کو پختہ بناتے ہیں اور ان پر عالی شان گنبد کھڑا کرتے ہیں وہ دراصل ایک دکان کی بنیاد رکھتے ہیں۔ قبر کی تجارت کرتے ہیں، مقبور (میت) کو ساری عمر بیچ بیچ کر کھاتے ہیں، کچی قبر آمدنی کا ذریعہ نہیں بن سکتی، وہ عام قبروں میں مل جاتی ہے، جب مرید آئیں گے تو قبرستان کی تمام قبروں میں سے کس طرح پہچانیں گے کہ ان کا 'مشکل کشا' کہاں لیٹا ہوا ہے؟ مرادیں مانگنے والوں کو پیر کا روضہ دس پندرہ کوس دور سے ہی نظر آنا چاہئے۔ اسٹیشن پر اترتے ہی گنبد دکھائی دینا چاہیے، سورج کی شعاعیں رنگین کلس سے ٹکرا کر زائرین کی آنکھوں میں اُتر آنی چاہئیں، ایسے مزار پر روز کے روز چڑھاوے چڑھیں گے، جمعرات کی جمعرات نذروں کے انبار لگیں گے۔ سال میں بہت سے تہوار بھی نیازوں کا پیشِ خیمہ بنیں گے اور عرس کے موقعہ پر تو وہ ریل پیل ہو گی کہ مدتوں نسلیں عیش کریں گی۔ یہ فائدے گنبد، قبے والی پختہ قبر کے ہی ہو سکتے ہیں....''

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

جن کو آتا نہیں کوئی فن تم ہو — نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو — بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہو نیکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے — کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے[2]

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

'' اگر آپ مشرکین کے حال، عقائد اور اعمال کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمارے زمانہ کے پیشہ ور لوگوں کے احوال دیکھ لو، بالخصوص وہ جو ہندوستان کے اطراف وجوانب میں رہائش پذیر ہیں۔ قبروں اور آستانوں کی طرف جاتے ہیں اور طرح

---

۱ دیکھئے گستاخ کون؟ ص ۱۵۸، ۱۵۹

۲ دیکھئے زیارتِ قبور کا شرعی طریقہ، ص: ۲۳، ۲۴، از مولانا محمد حنیف

طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ الخ"[1]

میں کہتا ہوں اگر کوئی ناصح انہیں قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ کے ساتھ نصیحت کرنے لگے تو وہ سخت ناراض ہو جاتے ہیں اور ناصح کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسے بزرگوں اور ولیوں کا گستاخ کہنے لگتے ہیں، جیسا کہ صاحبِ روح المعانی مفسرِ قرآن علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝۴۵﴾[2] یعنی "جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑ جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور جب ان کا ذکر ہوتا ہے جو اس (اللہ) کے سوا ہیں تو اچانک وہ بہت خوش ہو جاتے ہیں" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

> "ایک دن ایک شخص اپنی شدت و تکلیف کی حالت میں کسی فوت شدہ (اپنے بزرگ) سے مدد مانگ رہا تھا اور ندا کر رہا تھا کہ یا فُلَانُ! أَغِثْنِي "اے فلاں بزرگ! میری فریاد رسی کر۔" تو میں نے اسے کہا: تو یا اللہ مدد! کہہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ﴾[3] یعنی: جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں، میں پکارنے والے کی پکار قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ فرماتے ہیں جب میں نے اسے یہ آیت سنائی تو وہ غضب ناک ہو گیا، اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اس نے میرے متعلق کہا ہے کہ یہ اولیا کا منکر ہے۔[4]

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰

نوٹ: ہمارے اسی مضمون کو اصل سمجھا جائے اور جو اس سے قبل کہیں کسی رسالہ مثلاً: ہفت روزہ الاعتصام ۲۰۱۲ء جلد ۶۴/ شمارہ نمبر ۵۔۶ اور ہفت روزہ اہل حدیث ۲۰۱۲ء میں چھپا ہے، اس میں دو تین معنوی غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ عفا اللہ تعالیٰ عنّا وعافانا من جمیع الآفات. آمین

١ الفوز الکبیر، ص: ۲۳، ۲۴

۲ الزمر: ۴۵

۳ البقرۃ: ۱۸۶

۴ تفسیر روح المعانی، ض: ۲۴، ص: ۱۱